آزاد کشمیر میں خطرناک کھیل

اعجاز افضل خاں ○

جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کے قانون کے تحت برطانوی ہند کی ریاستوں کو پابند کیا گیا تھا کہ وہاں کے حکمران پاکستان یا بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کرتے وقت ریاستی عوام کی خواہشات کو پیش نظر رکھیں گے۔ ریاست جموں و کشمیر کا حکمران غیرمسلم تھا، جس پر مظلوم، محکوم اور اکثریتی مسلمانوں کا اعتماد نہیں تھا کہ اُس نے ان پر زندگی تنگ کر دی تھی۔ چنانچہ، قیامِ پاکستان سے قبل ہی ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو ریاستی مسلمانوں کی نمایندہ جماعت آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس نے سرینگر میں سردار محمد ابراہیم خان جو کہ ریاستی اسمبلی کے ممبر اور مسلم کانفرنس کے چیف وہپ تھے، اُن کی رہایش گاہ پر اپنے اجلاس میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے مہاراجا سے الحاقِ پاکستان کا مطالبہ کیا۔

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان کے بعد مہاراجا نے بظاہر پاکستان سے 'معاہدہ قائمہ' کیا، لیکن درونِ خانہ بھارت سے معاہدہ کرنے میں مصروف ہوگیا۔ بیدار مغز کشمیری قیادت نے ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ہی مہاراجا کے خلاف راولاکوٹ کے مقام پر ۳۰ ہزار نیشنل گارڈز کی موجودگی میں بغاوت کا اعلان کر کے مسلح جدوجہد آزادی کا آغاز کر دیا۔ اس طرح پہلے مرحلے میں مختصر علاقے کی آزادی حاصل کر کے ۲۴/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ایک جانشین انقلابی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا، اور پلندری کو دارالحکومت سے قرار دیا۔

مجاہدین کی یلغار اور ریاستی اقتدار سے محروم ہوتے مہاراجا کی طرف سے ساز باز کرتے ہوئے ایک نام نہاد دستاویز ہندستان کے ساتھ الحاق کر کے اور مجاہدین آزادی کی سرکوبی کی غرض سے بھارتی فوج سے مدد کی درخواست کی۔ بھارت نے ۲۷/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اپنی فوجیں ریاست جموں و کشمیر میں

○ سابق امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر، اور ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

داخل کردیں اور خود معاملے کو اقوامِ متحدہ میں لے گیا۔ بھارتی اور پاکستانی نمایندوں کے ساتھ کشمیریوں کے نمایندہ اور انقلابی حکومت کے صدر سردار محمد ابراہیم خان کا موقف سننے کے بعد اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے متفقہ قراردادیں منظور کیں، جن کے ذریعے بھارت سے مہاراجا کے الحاق کو غیرقانونی اور غیرمؤثر قرار دیتے ہوئے پوری ریاست جموں وکشمیر کو متنازعہ علاقہ قرار دیا گیا۔ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرکے اقوام متحدہ کی زیرنگرانی استصواب رائے کے لیے ایڈمنسٹریٹر کا تقرر بھی کردیا۔ فائربندی اور سیزفائر لائن کے تعین کے لیے بھی کمیشن مقرر کیا۔ پاکستان اور بھارت دونوں نے عالمی برادری کے سامنے اُن قراردادوں کو تسلیم کیا۔

آزاد علاقوں کے نظم ونسق اور دفاع کے لیے آزاد حکومت جموں وکشمیر کو لوکل اتھارٹی تسلیم کرتے ہوئے 'آزاد جموں وکشمیر فورسز' (AJKF) کو بحال رکھنے کا اعلامیہ جاری کیا گیا۔ بھارت، اقوام متحدہ کے کمیشن کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے رائے شماری کے لیے اقدامات سے گریزاں رہا۔ چنانچہ، حکومتِ پاکستان نے آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کا نظام بہتر طور پر چلانے اور بقیہ ریاست کی آزادی کے حوالے سے ایک جامع حکمت عملی اختیار کی۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے تسلیم شدہ 'لوکل اتھارٹی آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر' کے تحت ۲۸ مارچ ۱۹۴۹ء کو کراچی میں ایک معاہدہ کیا، جو 'معاہدۂ کراچی' کے نام سے معروف ہے۔ اس معاہدے پر حکومت پاکستان کی جانب سے مشتاق احمد گورمانی، صدر آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر سردار محمد ابراہیم خان اور صدر آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس چودھری غلام عباس نے دستخط کیے۔ جس کے تحت گلگت بلتستان کی انتظامی نگرانی حکومت پاکستان کے سپرد کردی گئی، جب کہ آزاد جموں وکشمیر میں قائم حکومت کو مستحکم کیا گیا۔ اس وقت سے یہ لوکل اتھارٹی اپنے دارالحکومت مظفرآباد میں ساڑھے چار ہزار مربع میل کے علاقے پر اس صورت میں قائم ہے کہ اس حکومت کا اپنا صدر، وزیراعظم، سپریم کورٹ، آئین، ریاستی پرچم، ریاستی ترانہ اور قانون ساز اسمبلی موجود ہے۔ تاہم، گلگت بلتستان میں معقول، فعال اور عادلانہ نظام تشکیل نہیں دیا جاسکا، جس پر یہاں کے عوام میں بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔

'معاہدۂ کراچی' کے علاوہ آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر اور حکومت پاکستان کے درمیان معاملات کو چلانے کے لیے رولز آف بزنس ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۸ء ترتیب دیے

گئے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۰ء کے صدارتی انتخاب میں کے ایچ خورشید صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں ایک ایکٹ منظور کیا گیا، جسے بعد میں ایکٹ ۱۹۶۸ء میں تبدیل کیا گیا۔ یہ ایکٹ کسی طور پر بھی ایک ریاستی حکومت کے شایانِ شان نہیں تھا۔ پھر اس کو ایکٹ ۱۹۷۰ء کے ذریعے تبدیل کیا گیا اور آزاد ریاست جموں و کشمیر میں ۱۹۷۰ء میں صدارتی انتخابات کا انعقاد ہوا۔ ۲۵ رکنی ریاستی اسمبلی اور براہِ راست انتخاب کے ذریعے صدرِ ریاست نے نظامِ حکومت سنبھالا۔

بھارت نے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان کا مشرقی بازو کاٹ کر بنگلہ دیش بنادیا۔ اس کے نتیجے میں ایک لاکھ کے قریب فوجی اور سول پاکستانی بھارت کے جنگی قیدی بن گئے۔ اُس صورتِ حال میں، صدرِ پاکستان ذوالفقار علی بھٹو، شملہ گئے اور جولائی ۱۹۷۲ء میں بھارت کے ساتھ 'معاہدۂ شملہ' پر دستخط کیے۔ جس کے تحت ریاست جموں و کشمیر میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں سیز فائر لائن کو کنٹرول لائن تسلیم کرلیا گیا، اور مسئلہ کشمیر سمیت تمام معاملات کو باہم بات چیت کے ذریعے حل کرنا طے پایا۔

۱۰ جون ۱۹۷۴ء کو آزاد ریاست جموں و کشمیر میں بھی پارلیمانی طرزِ حکومت کے لیے، کشمیری قیادت نے حکومت پاکستان سے 'معاہدۂ اسلام آباد' کیا۔ اس کے تحت آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے ۲۴؍اگست ۱۹۷۴ء کو 'عبوری آئین ایکٹ' پاس کیا، جو فوری طور پر نافذ العمل ہوا۔ اس ایکٹ میں پہلی بار وزارتِ اُمورِ کشمیر پاکستان کی موجودگی میں ۱۴ رکنی کشمیر کونسل کا وجود تخلیق کیا گیا، جس کا چیئرمین وزیراعظم پاکستان/ چیف ایگزیکٹو کو رکھا گیا، جب کہ چھ ممبران کا انتخاب آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے کرنا مقرر کیا۔ پھر پانچ ممبران کو چیئرمین کونسل، پاکستان کی پارلیمنٹ سے نامزد کرتا ہے۔ وزیر اُمورِ کشمیر کو بربنائے عہدہ ممبر قرار دیتے ہوئے ووٹ کا حق دیا گیا۔ صدر آزاد جموں و کشمیر کو، کشمیر کونسل کا وائس چیئرمین قرار دیا گیا۔ یہ کونسل، ایکٹ ۱۹۷۴ء کی دفعہ ۲۱ کے تحت معرضِ وجود میں آئی، تاہم مختلف آئینی ترامیم کے ذریعے اس کے اختیارات میں رَدوبدل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی میں آزاد جموں و کشمیر عبوری آئین ایکٹ ۱۹۷۴ء میں تیرھویں ترمیم کے بعد کشمیر کونسل کے بیش تر اختیارات حکومت ریاست جموں و کشمیر، قانون ساز اسمبلی اور وزیراعظم پاکستان کو منتقل کر دیے گئے۔ یوں کونسل کی

حیثیت محض ایک مشاورتی ادارے کی سی رہ گئی۔اس طرح آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر کا پارلیمانی نظام بے اختیار ہوکر رہ گیا۔

پھر 'آزاد جموں وکشمیر آئین ایکٹ ۱۹۷۴ء' میں ۱۳ویں ترمیم 'ایکٹ ۲۰۱۸ء' کے نام سے وفاقی کابینہ نے اپنے اجلاس میں منظوری دے کر آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی اور کونسل کے مشترکہ اجلاس میں کثرت رائے سے منظور کرالیا۔ ہاؤس میں اسمبلی کے ۴۹ ممبران، کشمیر کونسل کے ۶ ممبران اور وزیر اُمور کشمیر ایک ووٹ ڈالتے ہیں۔ یکم جون ۲۰۱۸ء کو مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے ۵۶ میں سے ۳۵ ووٹروں کی اکثریت سے ترمیم منظور کی۔ اس طرح سیکشن ۳۱،اور ۳۳ میں بڑی تبدیلیاں کر دی گئیں۔حزبِ اختلاف کے ممبران نے سیکشن ۳۱ میں تبدیلیوں پر شدید اعتراض کرتے ہوئے بطورِاحتجاج واک آؤٹ کیا۔

آرٹیکل ۶ میں پہلے صدر ریاست پر عدم اعتماد کے لیے مشترکہ اجلاس بلایا جاتا تھا،مگر اب قانون ساز اسمبلی کی ایک تہائی تعداد یعنی ۱۷ ممبران اسمبلی عدم اعتماد کی تحریک پیش کرسکتے ہیں۔ آرٹیکل ۱۴ کی شق کے تحت وزرا کی تعداد کل ممبران اسمبلی کا ۳۰ فی صد طے کی گئی ہے۔ آرٹیکل ۱۴-اے کے تحت اب وزیراعظم آزاد کشمیر، پانچ پارلیمانی سیکرٹریوں اور دو معاون خصوصی یا مشیر بھی تعینات کرسکتے ہیں۔آرٹیکل ۱۷ کی شق ۳ کے مطابق وزیراعظم آزاد کشمیر کی عدم موجودگی میں سینئر وزیر، قائم مقام وزیراعظم ہوتا تھا۔آرٹیکل ۱۸ کی ایک شق میں ترمیم کے بعد وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کل ممبران کا ۲۵ فی صد یعنی ۱۳ ممبران پیش کریں گے۔قبل ازیں ایک ممبر بھی تحریک پیش کرسکتا تھا۔ اسی طرح بہت سی جگہوں پر 'جائنٹ سیشن' کے بجائے 'حکومت آزاد کشمیر اور قانون ساز اسمبلی' سے تبدیل کر دیا گیا۔آرٹیکل ۱۹ میں نئی شقیں شامل کی گئیں،جس کے مطابق حکومت پاکستان کی وزارت ڈویژن یا ادارے کے ذریعے ریاست کے اندر قانون کے تحت ہی اقدامات کرسکے گی، اور دوسری شق میں آزاد کشمیر حکومت کو ۱۱ مئی ۱۹۷۱ء کے وفاقی کیبنٹ ڈویژن کے مراسلے کے تحت رکھا گیا ہے۔

عبوری آئین ایکٹ ۱۹۷۴ء کے آرٹیکل ۲۱ میں کشمیر کونسل کے اختیارات کا تعین واضح تھا۔جس میں ترامیم کے بعد ۱۴ میں سے ۷ شقیں نکال دی گئیں اور کونسل کو ایک مشاورتی باڈی بنا دیا گیا ہے۔

آرٹیکل ۲۲ میں ترمیم کرکے اسمبلی کی نشستیں ۴۹ سے بڑھا کر ۵۳ کردی گئیں۔ ۴۵ پر براہِ راست، جب کہ پانچ خواتین، ایک علماء مشائخ /ٹکنوکریٹ اور ایک سمندر پار کشمیریوں کے لیے مختص ہے۔ یہ بات خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ ۴۵ نشستوں میں ۱۲ نشستیں بھارتی مقبوضہ جموں وکشمیر کی نمایندگی کے لیے رکھی گئی ہیں، جن پر وادیٔ کشمیر سے ہجرت کرکے آنے والے مہاجرین چھ نشستوں پر، جب کہ جموں کے علاقوں سے آنے والے مہاجرین چھ نشستوں پر ووٹوں کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔

آرٹیکل ۲۷ میں بھی ترمیم کی گئی، جس کے مطابق تین ماہ میں ایک دفعہ اسمبلی کا اجلاس بلانا ضروری تھا، جو اَب سال میں ۶۰ دن ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ترمیم کی گئی ہے کہ 'جائنٹ سیشن' کے بجائے 'اسمبلی دو تہائی اکثریت سے' آئینی ترمیم کرسکتی ہے۔ آرٹیکل ۳۷ کو بھی ختم کیا گیا، جس کے تحت کشمیر کونسل اپنے پاس ریونیو جمع کیا کرتی تھی۔ اسی طرح آرٹیکل ۴۲-اے کے تحت سپریم کورٹ رولز بنانے کے لیے اب کشمیر کونسل کے بجائے حکومت آزاد کشمیر سے مشاورت کرے گی۔ آرٹیکل ۴۳ میں نئی شقوں کے تحت صدر آزاد کشمیر، وزیراعظم آزاد کشمیر کی مشاورت سے شریعت بنچ میں عالم جج مقرر کرسکیں گے۔ آرٹیکل ۵۰ میں الیکشن کمشنر کے بجائے اب الیکشن کمیشن ہوگا، جو تین ارکان، چیئرمین اور دو ممبران پر مشتمل ہوگا۔ آرٹیکل ۵۱-اے کے تحت کونسل کے جملہ اثاثہ جات اور فنڈز آزاد کشمیر حکومت کو منتقل کیے گئے ہیں اور آرٹیکل ۵۲-سی کے تحت ریاست کے قدرتی وسائل پر حکومت پاکستان کو اختیارات دیئے گئے ہیں۔

۱۵/اگست ۲۰۱۹ء کو بھارت نے دفعہ ۳۷۰ کو ختم کرتے ہوئے پوری ریاست جموں وکشمیر کو انڈین یونین ٹیرٹری، (بھارتی مملکت کا حصّہ) قرار دیا اور دفعہ ۳۵-اے ختم کرکے غیر ریاستی غیرمسلم افراد کو ریاست جموں وکشمیر میں آباد کرنے اور ڈومیسائل سرٹیفکیٹ جاری کرکے یہ پیغام دیا کہ اب ہمیں کشمیریوں کی نہیں صرف کشمیر کی ضرورت ہے۔ اس طرح کشمیریوں کی نسل کشی کو نقطۂ عروج پر پہنچا دیا ہے اور انھیں 'ریڈ انڈینز' کی طرح اقلیت بنانے کا گیٹ کھول دیا گیا ہے۔ ۷۳ برسوں میں ایک طرف بھارت نے متعدد کشمیری لیڈروں کو مراعات دے کر اور شریکِ اقتدار کرکے بھارتی بنانا چاہا، کچھ لوگوں کو خرید کر مرکزی حکومت میں وزارتیں اور ریاستی حکومت میں اہم ذمہ داریاں بھی دیں، مگر دوسری طرف چھ لاکھ کشمیریوں کو شہید کرکے بھی کشمیریوں کو ریاستی

دہشت گردی سے بھارتی نہیں بنا سکا۔

افسوس کہ بھارت کے اس اقدام کے خلاف کوئی جوابی لائحہ عمل دینے کے بجائے ۱۵ویں ترمیم کے ذریعے آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر کی ریاستی حیثیت ختم کرنے اور گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے کی کوششوں میں مصروف لوگ یہ بات بھول گئے کہ آج ہم چین کے ساتھ عظیم اور لازوال دوستی کی بات کرتے ہیں اور معاشی ترقی کے لیے 'سی پیک' ریڑھ کی ہڈی قرار دے رہے ہیں، تو جب ہم نے ۱۹۶۳ء میں ریاست جموں وکشمیر کا ۱۲ ہزار مربع میل کا علاقہ 'باؤنڈری ٹریٹی' کے ذریعے چین کے حوالے کیا تھا، اس وقت بھارت معاملے کو اقوام متحدہ میں لے گیا کہ کشمیر متنازعہ علاقہ ہے۔ پاکستان، ریاست کے کسی حصّے کو کسی دوسرے کے حوالے نہیں کرسکتا۔ اب، جب کہ بھارت نے ریاست جموں وکشمیر کو باقاعدہ بھارت کا آئینی حصّہ قرار دے دیا ہے اور ہم خاموش تماشائی ہیں تو بھارت گلگت کو صوبہ بنانے کے عمل پر کیونکر خاموش رہ سکتا ہے۔ درحقیقت یہ خاموشی دونوں ممالک کے درمیان ریاست جموں وکشمیر کی بندر بانٹ کے علاوہ اور کوئی پیغام نہیں دے سکے گی۔

ان حالات میں اس وقت آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر کے اندر ایک بااختیار حکومت کو پوری دُنیا کے سامنے پیش کرنے کے بجائے ۱۵ویں ترمیم کے ذریعے ایک بلدیاتی ادارہ بنانے کی کوشش نے آزاد ریاست کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کردی اور تمام سیاسی جماعتوں نے آل پارٹیز کانفرنس کے اندر متفقہ طور پر ریاستی ڈھانچے کو تبدیل کرنے اور اختیارات واپس کشمیر کونسل کے حوالے کیے جانے کے لیے ۲۶ صفحات پر مشتمل ۱۵ویں ترمیم کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔ اور پوری ریاست کے اندر عوام سراپا احتجاج ہیں۔ بھارت اسی احتجاج کو پاکستان کے خلاف سفارتی سطح پر استعمال کر رہا ہے۔ کشمیریوں کی نسل کشی کے ساتھ ساتھ آبادی کے تناسب کو تبدیل کر کے کسی بھی مرحلے پر وہ اقوام متحدہ سے رائے شماری کے لیے کہتے ہوئے پوری ریاست پر اپنے ناجائز قبضہ کو جائز قرار دلوانے کی طرف بڑھ سکتا ہے، جب کہ عاقبت نااندیش پاکستانی حکمران محض گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر پر قناعت کرتے نظر آرہے ہیں۔